'انتقاد' کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

انتقاد

"اسلام اور عصرِ جدید" اس نام سے جامعہ نگر نئی دہلی سے ڈاکٹر سید عابد حسین کی زیرِ ادارت یہ ایک سہ ماہی مجلّہ نکلنا شروع ہوا ہے، جس کا پہلا شمارہ ہمارے پیشِ نظر ہے۔

"تعارف" میں سب سے پہلے "اسلام اور عصرِ جدید" کو جن اصطلاحی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، اُس کی وضاحت ہے۔ تعارف نگار کے الفاظ میں "اسلام سے مراد وہ طریقِ زندگی ہے جس کا آغاز اب سے چودہ سو سال پہلے مذہب اسلام کے فیضان سے عرب میں ہوا تھا، جسے آج مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ کی تقریباً ساری آبادی، جنوب مشرقی ایشیا اور وسطِ ایشیا کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اور دوسرے خطوں میں متعدد چھوٹی بڑی جماعتیں بسر کر رہی ہیں۔" عصر جدید" سے مُراد وہ طرزِ حیات ہے "جسے گزشتہ چھ سو سال میں عیسائی مذہب اور یونانی رومی تہذیب کے اثر سے پہلے یورپ نے اور پھر امریکہ نے اپنایا اور نشو و نما دی۔ مختصر یہ کہ یہاں اسلام کا لفظ ایشیا اور افریقہ کے مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت کے لئے اور عصرِ جدید کا لفظ مغربی ملکوں کی تہذیب و معاشرت کے لئے استعمال ہو رہا ہے ......"

اس کے بعد "تعارف" میں "اسلام" اور "عصرِ جدید" کا تاریخی پس منظر پیش کیا گیا ہے۔ صدیوں کے اوج کمال کے بعد اسلامی معاشرہ زوال کی کس سطح پر پہنچا۔ اور آج "عصر جدید" تمام مادی کامرانیوں کے باوجود کس روحانی بحران میں مبتلا ہے، اس کا ذکر کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ "جدید مغربی تہذیب سے ہمارا رابطہ پیدا کرنا کئی وجوہ سے نہایت ضروری ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ دنیوی علوم اور مادی تمدّن کے دائرے میں یہ تہذیب آج کل نوعِ انسانی کے سارے ورثے پر قابض ہے، جس میں خود ہمارا ورثہ بھی شامل ہے۔ ہمیں اہلِ یورپ کے تعاون سے اس میراث میں خصوصاً علم کی دولت میں حصہ بٹانا ہے

تاکہ ہم اس ذہنی پس ماندگی سے نجات پائیں جس نے ہماری فکر و عمل کی قوتوں میں جمود پیدا کر دیا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ خود مغربی دنیا ایک شدید بحران سے گزر رہی ہے، جس پر قابو پانے کے لئے اُسے ہمارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

غرض تعارف نگار کے نزدیک "اسلام" کا "عصرِ جدید" سے ارتباط نہ صرف "اسلام" کے لئے باعثِ حیاتِ نو ہوگا، بلکہ "عصرِ جدید" یا مغرب بھی اس کی بدولت موجودہ روحانی بحران سے نکل سکتا ہے۔ مغرب کے اہلِ نظر آج کسی ایسے تصورِ زندگی کی تلاش میں ہیں، جو اُن کے ہاں کے موجودہ خلفشار کو دُور کرنے میں ممد و معاون ہو سکے۔ تعارف نگار کے الفاظ میں :۔

"مسلمانوں کا جو اپنے آپ کو خدا کے عالم گیر پیام کا مبلغ کہتے ہیں، خاص طور پر یہ فرض ہے کہ وہ اس مہم میں اپنا رول ادا کریں۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ وہ ایک طرف مغربی تہذیب کا جو عصرِ حاضر کی نمائندہ ہے، گہرا مطالعہ کر کے یہ معلوم کریں کہ جو روگ اُسے لگ گئے ہیں اور رفتہ رفتہ سارے عالم انسانیت کو لگتے جا رہے ہیں، اُن کے کیا اسباب ہیں۔ اور دوسری طرف اسلام کی تعلیمات کا اس نظر سے گہرا اور معروضی مطالعہ کریں کہ وہ ان امراض کی روک تھام اور علاج کے لئے کیا تدبیریں بتاتا ہے۔"

تعارف میں بتایا گیا ہے کہ "یہ خیالات ہیں جن سے متاثر ہو کر چند خادمانِ علم نے "اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج سوسائٹی" قائم کی ہے۔ اور اُس کی طرف سے دو سہ ماہی رسالے ایک انگریزی میں "اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج" دوسرا اُردو میں "اسلام اور عصرِ جدید" کے نام سے نکالنے کا ارادہ کیا ہے"۔ پیشِ نظر شمارہ اُردو رسالے کا پہلا نمبر ہے۔

رسالے کے مندرجات میں پہلا مضمون "دین قیم یعنی اسلام اور اُس کے اساسی اُصول" ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی سابق پروفیسر ثقافتِ اسلامی، کلکتہ یونیورسٹی کا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس .... فاقم وجھک للدین القیم۔ یعنی جب بر و بحر میں لوگوں کے بُرے کرتوت کی وجہ سے فساد پھیل جاتا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ دین قیم کی طرف رُخ کیا جائے، اس مضمون میں دین قیم کا مفہوم اور اجزائے ترکیبی بتائے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اسلام انسانیت اور زندگی کے کسی ایک شعبے تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق انسانیت اور زندگی کی مجموعی ہیئت سے ہے۔ دین قیم اور اسلام کے اساسی اصول کی نشان دہی کے بعد مضمون نگار لکھتے ہیں :-

"ان پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عصر حاضر کے شر و فساد کو رفع کرنے کے لئے جن اصولوں پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے، وہ اسلام کے بنیادی احکام میں داخل ہیں۔ اگر (۱) خدا کی توحید (۲) انسان کی وحدت، فضیلت اور مساوات اور قوانینِ قدرت کا اٹل ہونا مان لیا جائے تو موجودہ زمانے کے اکثر بنیادی مسائل کے حل کرنے میں بہت دقت باقی نہ رہے گی۔"

دوسرا مضمون ایران کے مشہور دانش ور پروفیسر سید حسین نصر کا "اسلام کا سابقہ دوسرے مذاہب سے" ہے۔ یہ مضمون بڑا پُر از معلومات بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ اس موضوع پر ہمارے ہاں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے پروفیسر نصر کے مضامین کا یہ سلسلہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

باقی مندرجات یہ ہیں:۔ عربوں میں تاریخ نگاری کی نشو و نما۔ عورتوں کی آزادی مصری نوجوان کی نظر میں۔ پاکستان اور قانونِ شریعت۔ اسلامیات کا مطالعہ اور آخر میں تبصرہ۔

ہم یہاں خاص طور پر ڈاکٹر مشیر الحق فیلو انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اڈوانسڈ اسٹیڈی شملہ کے مضمون "پاکستان اور قانونِ شریعت" کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ اِس مضمون میں جو مواد دیا گیا ہے، وہ اپنے صحیح سیاق و سباق میں نہیں، بلکہ مضمون نگار کا استدلال بھی محلِ بحث ہے اور اس طرح موصوف نے جو نتائج نکالے ہیں، اُن کا حقیقتِ واقعی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حصولِ پاکستان کی جدوجہد کے دَوران بہت کچھ کہا گیا۔ اور اب بھی پاکستان کی بعض جماعتیں بہت کچھ کہہ رہی ہیں لیکن اس بارے میں قابلِ لحاظ بات صرف ذمہ دار افراد کی ہوتی ہے۔ قیامِ پاکستان کے ماقبل مسلم لیگ کے ذمہ دار لیڈروں نے پاکستان کے بارے میں جو کچھ کہا، ہمیں اپنے استدلال کی بنیاد اس پر رکھنی چاہیئے، نہ کہ جمعیۃ علماء اسلام کے کسی ریزولیوشن پر

مطالبہ پاکستان کی اساس دراصل قراردادِ لاہور ہے جو ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے منظور کی۔ اس کے بعد مسلم لیگ کے وہ انتخابی منشور ہیں، جن کی بنیاد پر مسلم لیگ نے مسلمانوں سے ووٹ مانگے۔ بعدازاں بانیٔ پاکستان قائداعظمؒ کی اُس تاریخی تقریر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے جو مرحوم نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان دستور ساز اسمبلی میں بحیثیت پاکستان کے گورنر جنرل اور اسمبلی کے صدر کے کی۔ اس کے بعد آئین پاکستان کی قراردادِ مقاصد ملاحظہ ہو جو لیاقت علی خان کے عہد میں پاکستان دستور ساز اسمبلی نے منظور کی۔ اور آخر میں ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے پاکستان کے دستور آتے ہیں۔ ان سب میں جہاں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ کوئی قانون کتاب و سنّت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا وہاں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ پاکستان کے تمام شہریوں کے بنیادی حقوق ایک سے ہیں، اور اُن میں رنگ، نسل، مذہب اور فرقے کی بنیاد پر کسی قسم کی تمیز نہیں کی جائے گی۔

باقی رہا پاکستان میں شریعت کا نفاذ۔ تو عرض یہ ہے کہ قیامِ پاکستان سے قبل پنجاب میں ورثے کی تقسیم رواجی قانون کے مطابق ہوتی تھی، لیکن اب اس کی جگہ شرعی قانون نے لے لی ہے، پاک و ہند میں آزادی سے پہلے بھی مسلمانوں کے "پرسنل لاز" بالعموم شرعی تھے۔ پاکستان میں اب اُن کے دائرے کو اور وسیع کیا جا رہا ہے، اور اُن میں اُسی طرح کی اصلاحات بروئے کار آ رہی ہیں، جیسے اکثر مسلمان ملکوں میں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کوششیں بھی جاری ہیں کہ مروجہ قوانین میں سے کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہ رہے۔ کیا شرعی قانون کے نفاذ کی حد تک پاکستان کا یہ اقدام قابلِ تعریف نہیں۔

مضمون نگار نے لکھا ہے، "مسٹر جناح نے پاکستان کے قیام کے فوراً بعد وہاں کی دستور ساز اسمبلی میں یہ بیان دیا تھا کہ پاکستان ایک ایسی ریاست ہوگی جس کے شہریوں کے درمیان ان کے مذہبی اختلافات کی بنا پر کوئی تفریق روا نہ رکھی جائے گی .... مسٹر جناح کا یہ بیان مسلم لیگ کے ان الیکشنی وعدوں کے خلاف تھا، جو اُس نے اسلامی حکومت کے سلسلے میں مسلمانانِ ہند سے کئے تھے ......" مضمون نگار کا یہ بیان صحیح نہیں، قائداعظمؒ نے آزادی سے پہلے ہمیشہ برصغیر کے مسلم اکثریت والے علاقوں کے حقِ خود اختیاری پر زور دیا۔ اور بار بار فرمایا کہ یہ اکثریت اپنی مرضی کے مطابق اپنے لئے آئین بنائے گی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان علاقوں میں جو غیر مسلم اقلیت ہوگی، اُسے پورے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ "حکومتِ الٰہیہ" کے قیام کی ایجی ٹیشن تو مسلم لیگ کے مخالفین یعنی

مجلسِ احرار اور جماعتِ اسلامی کرتی تھیں۔ مسلم لیگ کا سارا زور دحقِ خود اختیاری پر رہا۔

مضمون کے آخر میں مضمون نگار نے پاکستان میں تعدد ازواج پر جو پابندیاں لگائی گئی ہیں، اُس سے جو نتیجہ نکالا ہے، وہ بھی صحیح نہیں۔ واضح رہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ایک امرِ مباح ہے۔ اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر اسلامی ہیئتِ حاکمہ دیکھے کہ کسی امر مباح سے مفاسد پیدا ہیں، تو وہ اس پر پابندیاں لگا سکتی ہے۔ پاکستان نے یہی کیا۔ اور بہت سے اور مسلمان ملکوں میں بھی یہی کیا گیا ہے۔ اس کو قرآن سے روگردانی قرار دینا صحیح نہیں۔ "فکر ونظر" میں اس پر کافی نکل چکا ہے۔

رہا یہ سوال کہ پاکستان اور دوسرے مسلمان ملکوں نے تعدد ازدواج کو قانوناً بالکل ممنوع کیوں نہ کر دیا۔ تو بات یہ ہے کہ قانون میں ہمیشہ معاشرے کی عادات وخصائل کا خیال رکھنا پڑتا ہے، اور جیسے جیسے گرد وپیش کے حالات کی تبدیلی سے عادات وخصائل بدلتے ہیں اُن کے مطابق قانون بنائے جاتے ہیں۔ اسلام کے عہد اوّل میں اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے اس بارے میں تدریجی اقدامات مناسب رہتے ہیں۔ ترکی نے اس معاملے میں غلطی کی۔ اور اسی وجہ سے وہاں یک زوجی کا قانون زیادہ کامیاب نہیں رہا۔

مختصراً اس مضمون میں جس مواد پر انحصار ہے، وہ بھی ناقص ہے، اور ایسے ہی استدلال بھی ناقص ہے۔

مشہور عالم ومحقق مولانا امتیاز علی خان صاحب عرشی کا مضمون "اسلامیات کا مطالعہ" بڑا قابلِ قدر ہے۔ ہم اسے "فکر ونظر" کے اگلے شمارے میں "اسلام اور عصرِ حاضر" سے شکریے کے ساتھ نقل کریں گے۔ برصغیر کی اسلامی وعلمی دنیا میں اس رسالے کا اجراء ایک بڑا مفید اقدام ہے، ہم اس کا صدقِ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور اُمید رکھتے ہیں کہ جن اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ نکلا ہے۔ یہ اُس میں ضرور رفائز المرام ہوگا۔

چندہ پاکستان کے لئے بیس روپے سالانہ ہے۔

ملنے کا پتہ :- جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵۔

(م۔س)